OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

قرآن وسنت میں سماجی تعاون کی تعلیمات اور عصر حاضر میں ان کی اہمیت

Teachings of social cooperation in Qur'ān and Sunnah and their importance in the present era

ڈاکٹر حافظ محمد احمد
وزٹنگ لیکچرار، شعبہ دی سینٹر آف ایکسیلنس، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر محمد شاہد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ حدیث وعلوم حدیث، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Islam is a complete code of life and is religion of nature.That is why mutul co.opration is focussed in its teachings. In Holy Quran Almighty Allah has stressed to co.oprate for righteausness and not co.oprate for agression and sins. Holy prophet (SAW) decleard the whole ummah as one body.

In this research peper different islamic injunctions regrading mutual co.operation are ellaborated. Quranic verses, Hadiths and views of theologies are analysed. This article will help to motivate the society in eradication of social evils and problems by mutual cooperation. More over different types and aspects of human services are also analyzed in this article.

If people follow the Islamic concept of mutual cooperation, this society will become prosperous and comfortable.

کسی بھی معاشرے میں افراد جب مل جل کر رہتے ہیں تو ان کا اپنی ضروریات وحاجات کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرنا ایک فطری اور ناگزیر امر ہے۔ اسی لیے اسلام نے ایک ایسے معاشرے کا تصور پیش کیا ہے جس میں افراد نہ صرف ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہوں بلکہ اس کی بنیاد باہمی امداد و تعاون پر مشتمل ہو۔ جس میں صرف مالی امداد ہی نہیں بلکہ ہر سماجی ضرورت وحاجت میں باہمی تعاون ہو۔ اس وجہ سے اس کو ضروری گردانتے ہوئے اس کو باعث اجر قرار دیا گیا۔ لٰہذا اسلام نے افراد معاشرہ کی ضروریات کی تعمیل اور حاجت روائی کو یقینی بنانے کیلئے باہمی تعاون کا حکم دیا ہے۔ اس کے بغیر معاشی و معاشرتی استحکام ناممکن ہے۔ اسلام سماجی تعاون کے ذریعے افراد معاشرہ میں باہمی تعاون، خیر خواہی، بھائی چارہ، عزت واحترام اور خوشحال زندگی کی بنیادیں فراہم کرتا ہے اور معاشرے کے فلاح وبہبود کا حصول یقینی بناتا ہے۔

۱. سماجی تعاون کی بنیاد قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن نے سماجی تعاون کو ایک اصول کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوٰنِ[۱]

(اور نیکی وپرہیز گاری(کے امور)میں ایک دوسرے سے تعاون کیا کرواور گناہاور ظلم (کے امور)
پرایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو)

مذکورہ بالا اصول اسلام میں معاشرت کی بنیاد ہے۔ اور یہی قانون زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ (۶۷۱ھ) نے واضح کیا ہے کہ تعاون کی یہ فضاء اور کیفیت معاشرے کے تمام اعضاء میں ہونا ضروری ہے البتہ اس تعاون کی کیفیات اور درجات معاشرہ کے مختلف افراد کے لیے مختلف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں

فواجب على العالم أن يعين الناس يعلمه فيعلمهم ويعينهم الغنى بماله والشجاع بشجاعته فى سبيل الله وأن يكون المسلمون متظاهرين كاليد الواحده ويجب الاعراض عن المعتدين وترک النصرة له وردۂ عما هوعليه[۲]

"پس عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم یعنی تعلیم (سکھانے) کے ذریعے لوگوں کی معاونت کرے اور غنی اپنے مال کے ذریعے اور بہادر اللہ کی راہ میں اپنی شجاعت کے ذریعے معاشرے کے مختلف افراد ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ قوت واحدہ کا مظاہرہ ہو سکے اور یوں جملہ مسلمان ید واحد کی طرح ہوں گے اور حد سے بڑھنے والے سے اعراض ضروری ہے اور اس کی نصرت سے رکنا بھی۔ اور اسے واپس لوٹانا یعنی ظلم وزیادتی سے باز رکھنا (بھی ضروری ہے)۔"

علامہ احمد مصطفی المراغی (۱۹۴۵ء) نے تعاون کی اس کیفیت کو اجتماعت کے (یعنی معاشرہ کے تکامل وارتقاء کے) بنیادی عناصر قرار دیا ہے[3]۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتی ہے معاشرہ میں رہتے ہوئے انسان ایک جسم کی طرح ہیں اگر جسم کے تمام عناصر اپنے اپنے فرائض انجام نہ دیں اور باہمی تعاون نہ کریں تو جسم کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے مزید برآں قرآن مجید نے اس تعاون اور عدم تعاون کی بنیاد مذہب، رنگ، نسل، برادری، ذاتی و گروہی مفادات کو قرار نہیں دیا بلکہ برو تقویٰ اور اثم وعدوان کو قرار دیا ہے۔

۲. سماجی تعاون کی بنیادیں حدیث مبارکہ کی روشنی میں

i. وحدت ایمانی

وحدت ایمانی سماجی تعاون کی بنیاد ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے معاشرتی زندگی میں مومنین کو جسد واحد قرار دیا ہے: ارشاد نبوی ﷺ ہے

تَرَى المؤْمِنِينَ فِي تَراحُمِهِمْ وتَوادِّهِمْ وتَعاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إذا اشْتَكَى عُضْوًا تَداعَى له سائِرُ جَسَدِهِ بالسَّهَرِ والحُمَّى[۴]

"تم مومنین کو آپس میں مہربانی شفقت اور کرم میں جسم کی طرح پاؤ گے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو کر بے خوابی اور بخار کو دعوت دیتا ہے۔"

ii. اعانت خداوندی کا ذریعہ

حضور اکرم ﷺ نے امداد باہمی کو باعث امداد خداوندی قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

وَاللہ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِی عَوْنِ أَخِیہِ [5]

''اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں مصروف رہتا ہے۔''

iii. نزول برکت کا ذریعہ

عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے مروی ہے اصحابِ صُفَّہ مفلوک الحال تھے جن کے پاس اکثر اوقات کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا :

''جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اس کو چاہیے اس میں تیسرے آدمی کو بھی شامل کرلے اگر چار آدمیوں کا ہو تو اسے چاہیے اس میں پانچویں یا چھٹے آدمی کو بھی شامل کرلے۔'' [6]

اسی باہمی تعاون کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اشعری قبیلہ کے لیے فرمایا:

فَھُمْ مَنِّی وَ اَنَا مِنْھُمْ۔ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب جنگ کے دوران اشعریین کا کھانا ختم ہو گیا یا مدینہ میں ان کے عیال کے لیے کھانا کم پڑ گیا۔ انہوں نے اس کھانے کو جو ان کے پاس موجود تھا ایک کپڑے میں جمع کیا پھر اسے ایک برتن میں آپس میں برابر تقسیم کیا۔ اسی لیے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں''۔ [7]

۳. مؤاخات مدینہ اور سماجی تعاون

اسلام اور پیغمبر اسلام نے صرف باہمی امداد و تعاون کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ عملاً اس اصول کے ذریعے عقد مؤاخات مدینہ قائم فرما کر ایک بے یار و مددگار طبقے کو بہت ہی کم عرصے میں آسودہ حال طبقے میں تبدیل کرکے ایک مثال قائم فرمائی۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو دیگر اہم مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا بھی تھا۔ جن مسلمانوں نے اپنا گھر بار مال و متاع سب کچھ اللہ کی رضا اور رسول ﷺ کے حکم پر قربان کرکے مکہ سے مدینہ ہجرت کی ان کی آبادکاری اور آسودگی ایک نئے معاشرے اور ماحول میں کسی چیلنج سے کم نہ تھی۔ اس اہم مسئلہ کے حل کیلئے آپ ﷺ نے نہ تو کسی پر بے جا بار ڈالا اور نہ ہی کوئی حکم مسلط کیا بلکہ ایک حکیمانہ جامع اور مؤثر قدم یہ اٹھایا، کہ انصار و مہاجرین کے درمیان "عَقْدِ مؤاخاۃ" کو قائم فرمادیا۔ یعنی ان کو ایک دوسرے کا باہمی بھائی بنادیا اور جس کے نتیجہ میں مہاجرین و انصار میں حقیقی بھائیوں جیسے تعلقات استوار ہوگئے۔ اور مہاجرین کا معاشی بوجھ انصار مدینہ میں تقسیم ہو گیا یوں یہ گھمبیر مسئلہ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا[8]۔ ڈاکٹر نور محمد

غفّاری نے "مواخاۃ" کو اسلام کے نظام تکافل اجتماعی (سماجی تعاون) کا عملی نمونہ قرار دیتے ہوئے اس کی معاشی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے:

۱۔ مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہو گیا اور ان کے متعلقہ معاشی مسائل حل ہو گئے۔
۲۔ قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریات زندگی کے اسباب اللہ کریم نے اس عقد مواخاۃ کے ذریعے پیدا کر دیئے۔
۳۔ وقتی بیروزگاری کا علاج تلاش کر لیا گیا۔
۴۔ معاشی وسائل کا مناسب استعمال کر لیا گیا[9]۔

لہذا آج ہم باہمی تعاون کے ان سنہری اصولوں کو فروغ دیکر اپنے معاشرے کے معاشی و معاشرتی مسائل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں سماجی تعاون کی چند متعین صورتیں درج ذیل ہیں۔

۴. مالی تعاون

امداد و تعاون کی ایک متعین صورت مالی تعاون ہو سکتا ہے، اسلام نے قرابت داروں، کمزوروں، مجبوروں، محروموں اور ضرورت مندوں کی مالی اعانت و امداد کیلئے صدقات کا ایک نظام عطا فرمایا ہے جس میں صدقات واجبہ کی صورت میں نفقات، زکوۃ، عشر، خمس، فطر، عشور، نذر و مالی کفارات، دیت وارث اور ضرائب شامل ہیں جبکہ صدقات نافلہ میں وقف، وصیت، ھبہ، مہمان نوازی، عقیقہ و ولیمہ مالی وغیرہ شامل ہیں۔ مالی تعاون کی ان تمام صورتوں کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے

"نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، یومِ آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب کوئی عہد کر لیں اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں، تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں اور یہی حقیقت میں متقیّ ہیں۔"[10]

قرآن مجید کے مطابق نیکی کے بلند مقام کو انسان اسی وقت پا سکتا ہے جب وہ ایمان کے بعد اپنی دولت کو قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں، محکوموں، غلاموں اور معاشرے کے دیگر کمزور طبقات پر خرچ کرے۔ نیز مندرجہ بالا آیت مبارکہ صدقات نافلہ و واجبہ کی جامع ہے۔ پہلے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور محکوموں پر خرچ کرنے کا حکم دیا پھر زکوۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ارشاد فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ادائیگی زکوۃ کے بعد بھی مندرجہ بالا طبقات کا حق باقی رہتا ہے اور ضرور تا غنی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ان پر اپنا مال خرچ کرے۔

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

"اور رشتہ دار کو اور مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا مت اڑاؤ۔"[11]

یعنی انسان کے مال میں دوسروں کے حقوق ہیں۔ مالی وسعت رکھنے والے افراد کو فضول خرچی کی بجائے قرابت داروں، مساکین اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ اسراف و تبذیر میں مبتلا افراد دوسروں کے حقوق نہیں پہچان سکتے۔

اسلام نے افراد معاشرہ کے ساتھ مالی تعاون کو کمزور طبقات و افراد کا حق قرار دیا۔ یعنی یہ مالداروں کا احسان نہیں بلکہ فرض ہے۔ یہ تصور مالداروں کو یہ احساس دلاتا ہے ان کے پاس جو دولت ہے اس میں کمزوروں محروم المعیشت افراد کا حق ہے۔ نتیجہ معاشرے میں کمزوروں کا استحصال کم ہوتا ہے۔ امیر و غریب میں معاشی تفاوت ختم ہوتا ہے دوسری طرف باہمی مالی تعاون کی وجہ سے ہمدردی و محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام کے مطلوب معاشرہ کے قیام کے لئے لازم ہے کہ صدقات کی تمام صورتوں کو فروغ دیا جائے۔ نظام نفقات زکوٰۃ کے علاوہ عشر کی وصولی عین اسلامی اصولوں کے مطابق منظم اور شفاف انتظام اور اسی طرح ادارہ وقف کی از سر نو بحالی اور نگرانی کے نظام میں بہتری کی ضرورت ہے تاکہ افراد معاشرہ نظام صدقات کے ذریعے مالی تعاون کی تمام صورتوں سے مستفید ہو سکیں۔

۵. قرض

سماجی تعاون کی ایک حسین صورت قرض ہے اور قرآن کریم نے جو قرض حسنہ کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے [12] مفسرین کے ہاں اس سے مراد صدقات ہیں[13] اور قرض بھی صدقات کی ایک صورت ہے۔

لغوی طور پر "ماتعطیه لتقاضاه" وہ مال جس کو واپسی کی شرط کے ساتھ دیا جاتا ہے[14] اور اصطلاحاً وہ احسان یا عطیہ جو پہلے کیا جائے یا وہ مال جو مقررہ میعاد کے بعد واپسی کی شرط سے دیا جائے[15]۔

قرض وہ مال ہوتا ہے جو صاحب مال کسی ضرورت مند، غریب یا محتاج فرد کو صرف اور صرف اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اس میں وہ اپنے لیے جائیداد، لالچ، بدل یا سود کی وصولی کی ہر گز نیت نہیں رکھتا۔ بلکہ آخرت میں اللہ تعالی کے عطا کردہ اجر کی امید رکھتا ہے۔

i. قرض کی صدقہ پر فضیلت

قرض کا اجر و ثواب صدقہ سے زیادہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"شب معراج میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا قرض کے صدقہ سے افضل ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا اس لیے کہ سائل مانگتا ہے جبکہ اس کے پاس مال موجود ہوتا ہے اور قرض لینے والا بلا ضرورت قرض نہیں لیتا۔"[16]

اسلام نے ان ہدایات کے ذریعے نہ صرف ضرورت مندوں کی ضروریات کی کفایت کا سامان کیا ہے بلکہ مادی ذہن کی بھی بیخ کنی کی ہے جو سرمائے کو صرف فائدہ کے اور نفع والی جگہوں پر لگانا ضروری سمجھتا ہے۔اس حکم کے ذریعے اس میں احسان، نفع رسانی اور بھلائی جیسے روحانی جذبات پیدا کیے گئے ہیں۔

ii. مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت

اسلام نے تنگدست کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ روا رکھنے کا حکم دیتے ہوئے تنگدستی کی صورت میں مہلت یا معافی کو پسند فرمایا اور اس کو عمل خیر کہا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک، اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔" [17]

احادیث میں اس عمل کو باعث مغفرت قرار دیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

"جو کسی تنگدست پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔" [18]

iii. مقروض کے لیے اخلاقی تعلیم

اسلام نے ایک طرف قرض کی فضیلت اور تنگ دست کو مہلت دینے کی ترغیب دلائی۔دوسری طرف مقروض کو بھی بہتر طریقے سے ادائیگی کا حکم دیا گیا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً [19] "اس لیے تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اچھے طریقے سے اپنا قرض ادا کرے۔

اسی طرح قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں عذاب کی وعید سنا کر اس معاملہ میں حسین توازن و اعتدال پیدا کیا گیا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

يُغْفَرُ للشهيد كلُّ ذنبٍ إلا الدَّيْن [20] "قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

یعنی قرض کی ادائیگی کی اتنی اہمیت ہے کہ شہادت کی صورت میں بھی قرض معاف نہیں ہوتا۔

ہمارے معاشرے میں پڑھے لکھے یا بہتر افراد نہ ہونے کی وجہ سے معاشی مشکلات کا شکار رہتے ہیں اگر قرض حسنہ کی فراہمی کو حکومتی و غیر حکومتی سطح پر فروغ دیا جائے اور باقاعدہ منظم ادارے منصوبہ بندی سے ضرورت مند افراد کو یہ سہولت دیں تو بہت سے گھرانے بہت جلد اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونے قابل ہو سکیں گے۔اسی طرح انفرادی سطح پر اس کے فروغ سے افراد معاشرہ کی فوری ضروریات حل ہوں گی نتیجتاً باہمی خیر خواہی و بھائی چارے کی فضا قائم ہو گی۔

۶. عاریت

باہمی امداد وتعاون کی ایک صورت کسی ضرورت مند کو عاریتاً ضرورت کی چیز دینا بھی ہے۔عاریت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ضرورت کی چیز ایک متعین مدت تک فائدہ اٹھانے کے بعد اسے واپس لوٹادے[21]

ابن منظور(۷۱۱ھ) نے اس کا معنیٰ ماتداولوہ بینھم لکھا ہے"یعنی عاریت اس چیز کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کے درمیان آتی جاتی ہو[22]۔علامہ سرخسی (۴۸۳ھ) نے استعارہ یا عاریت کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے کہ تَمْلِيكُ الْمَنْفَعَةِ بِغَيْرِ عِوَضٍ[23] کسی کی خواہش پر بلا عوض اپنی چیز کے نفع کا کسی دوسرے کو مالک بنادینا عاریت کہلاتا ہے۔

i. عاریت کی شرعی حیثیت

عاریت کا حکم قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔قرآن مجید نے نہ صرف ضرورت کی عام اشیاء کو ضرورت مندوں کو فراہم کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ عدم فراہمی پر سخت وعید بیان کی ہے۔عاریت کے حوالے سے قرآن کریم کی سورۃ الماعون میں ارشاد ہے۔

"پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں اور مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز۔[24]

ابن العربی الماعون کے لغوی مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے اس طرح بیان کرتے ہیں":

وَالْعَوْنُ هوَ الْإِمْدَادُ بِالْقُوَّةِ وَالْآلَةِ وَالْأَسْبَابِ الْمُيَسِّرَةِ لِلْأَمْرِ[25]

"یعنی معاونت کسی کام کے لئے قوت آلات اور میسر اسباب سے امداد ہے۔"

ii. ماعون کے بارے میں تفسیری اقوال

علامہ قرطبیؒ (۶۷۱ھ) نے ماعون کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ماعون سے مراد "عاریہ لینا" ہے اور ماعون کی تفسیر میں بارہ اقوال لکھے ہیں جن میں زکوۃ، مالی امداد، کلہاڑی، دیگچی، آگ، ڈول، پیالہ، پانی، گھاس وغیرہ شامل ہیں[26]۔

اسی طرح مفسرین نے اس سے مراد عام اشیائے ضرورت مراد لی ہیں جیسے کسی نے مہمان آنے کی صورت میں ہمسائے سے چارپائی کا بستر مانگ لیا۔یا ہمسائے کے تنور میں روٹی پکا لینے کی اجازت مانگ لینا۔یا کچھ دنوں کے لیے باہر جارہا ہو حفاظت کے لیے اپنا کوئی قیمتی سامان دوسروں کے ہاں رکھوانا وغیرہ[27]۔

عاریتاً اور ضرورتاً لباس، سواری، زیور، راشن، غلہ وغیرہ باہمی لے لینا بھی اس سے مراد ہو سکتا ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو نماز عید میں شرکت کا فرمایا تو ایک خاتون نے عرض کیا اگر کسی خاتون کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

:فَلْتُعِرْہَا أُخْتُہَا مِنْ جَلاَبِیبِہَا[28]

"اس صورت میں کسی مسلمان بہن سے چادر ادھار لے لے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

"ہم عہد رسالت میں ڈول اور ہنڈیا تک کا عاریتاً ضرورت مندوں کو دینے کو ماعون تصور کرتے تھے۔" [29]

یعنی ایسی اشیائے استعمال سے بھی دوسروں کو فائدہ اٹھانے دینا شرعاً لازمی تصور کرتے تھے اس سے منع کو قرانی حکم "ویمنعون الماعون" کے تحت ناجائز اور تکذیب دین سمجھتے تھے۔

iii. بہترین صدقہ

عاریت کو حدیث شریف میں اسے بہترین صدقہ اور عطیہ کہا گیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی کو بطور عطیہ (چند دن کے لئے) بہت ہی عمدہ گابھن اونٹنی دی جائے یا عمدہ بکری دی جائے جو صبح و شام برتن بھر بھر کر دودھ دے۔" [30]

iv. عاریت سیرت طیبہ سے

غزوۂ حنین میں حضور ﷺ نے حضرت صَفْوان بن امیہ سے ایک زرہ عاریتاً طلب کی تو انہوں نے پوچھا

أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: لَا، بَلْ عَمَقٌ مَضْمُونَةٌ[31]

"یارسول اللہ کیا آپ بطور غصب لینا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریتاً ہے جسے واپس لوٹادونگا۔"

حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا (جسے مندوب کہا جاتا تھا) عاریتاً لیا اور اس پر آپ ﷺ سوار ہوئے[32]

اس سے واضح ہے کہ عاریت یعنی کسی کو ضرورت کی چیز دینا شریعت کی نظر میں ایک مستحسن عمل ہے جس سے معاشرہ کی مالی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور آپس میں تعلق اور خیر خواہی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

v. عاریت کے بارے میں فقہاء کرام کا موقف

فقہاء کرام کے نزدیک عاریت یعنی عارضی طور کسی چیز کا دینا بذات خود ایک نیکی کا کام ہے اور انسانیت کا تقاضا ہے کیونکہ انسان باہمی اعانت کا محتاج ہے اس لیے یہ ایک امر مستحب ہے۔ بعض اوقات یہ امر واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً سخت گرمی اور تپتے میدان میں اتر کر کسی کے پاس سائبان نہ ہو تو اسے کوئی چیز عاریتاً مہیا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی حرام امر کیلئے کوئی چیز عاریتاً دینا حرام ہے[33]۔

اسی طرح صاحب ہدایہ (۵۹۳ھ) نے کتاب العاریہ کی ابتداء ہی ان الفاظ سے کیا ہے کہ "العاریہ جائز لانہ نوع احسان"[34]۔ عاریت جائز ہے کیونکہ یہ احسان کی ایک قسم ہے۔

ہمارے معاشرے بالعموم پڑھے لکھے خوشحال گھرانوں میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف بعض افراد مستعار اشیاء کا بے دردی سے استعمال کرتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے اس کے متعلق تعلیمات کی اصل روح کو اجاگر کیا جائے۔ اس کے فروغ سے متوسط اور مفلوک الحال گھرانے متمتع ہو سکیں جو ہر ضرورت کی چیز خریدنے کی سکت نہیں رکھتے تاکہ عاریت کے ذریعے ان کی حاجت کی تکمیل کو ممکن بنایا جاسکے۔ دوسری طرف عاریت سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کی حوصلہ شکنی بھی ضروری ہے۔ عاریت انسانیت کے لیے آپس کی جائز ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ ہے اور باہمی امداد و تعاون کی بہترین شکل ہے جس سے الفت و محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور باہم ایک دوسرے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

۷. سفارش:

کسی کمزور اور حاجت میں مبتلا فرد کی اس طرح مدد کرنا کہ اس کی حاجت و ضرورت کو متعلقہ فرد یا ادارے تک پہنچا دینا سفارش کہلاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں سفارش کو ایک باعث اجر و ثواب عمل قرار دیا گیا ہے۔

i. سفارش کا اجر

قرآن نے اس عمل کے لیے شفاعت حسنہ کی اصلاح استعمال فرمائی ہے۔ اچھی سفارش کرنے والے کے لئے اس میں سے حصّہ ہے اور بری سفارش کرنے والے کے لیے اُس میں سے حصہ ہے۔"[35]

اس سے مراد کسی مشکل میں کسی بھائی کی امداد کرنا اس کے حقوق کی بازیابی کی سعی کرنا اسکو نفع پہچانا اس سے کسی تکلیف کو دور کرنے میں کوشاں ہونا بشرطیکہ اس سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو تو یہ اچھی سفارش ہے اور اس پر سفارش کرنے والے کیلئے اجر ہے اور اگر کوئی ایسی سفارش کی جس سے کسی کی حق تلفی ہوئی یا کسی پر ظلم ہوا تو یہ بری سفارش ہے[36]۔

نبی اکرم ﷺ نے خود شفاعت حسنہ کی تلقین کی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت پوری کرنے کو کہا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے:

اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ[37]

"سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی فیصلہ کرے گا جو چاہے۔"

ii. سفارش کی حدود

مزید برآں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کسی اچھے کام کیلئے حاکم تک پہنچائے یا اس کی کوئی مشکل آسان کرنے کا وسیلہ بنے (یعنی لوگوں کے دکھ درد اور آرام و مصائب کا مداوا کرنے کیلئے سعی وجد جہد کرے) اللہ تعالی قیامت کے دن قدموں کے پھسلنے کے وقت اسے (پل) صراط سے محفوظ طریقے سے گزرنے کی توفیق وہمت عطا فرمائے گا"۔[38]

اس روایت سے معلوم ہوتا کہ سفارش صرف اچھے کام کے لیے کی جائے۔

iii. سفارش کے فضائل

اسلامی تعلیمات میں سفارش کے فضائل بھی مذکور ہیں۔اسی حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں :

من مشى في حاجة اخيه كان خيرا له من اعتكاف عشر سنين[39]

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کیلئے چل کر گیا تو یہ اس کیلئے دس سال تک اعتکاف سے بہتر ہے۔"

امام مالک بن دینار سے مروی ہے کہ امام حسن بصری نے محمد بن نوح اور حمید الطویل کو کسی مسلمان کی حاجت روائی کیلئے بھیجا اور انہیں فرمایا کہ ثابت بنانی کے پاس جاؤ اور اسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لو حضرت ثابت نے انہیں (جوابا) کہا میں (نفلی) اعتکاف میں ہوں۔ حضرت حمید امام حسن بصری کے پاس واپس آئے اور انہیں حضرت ثابت کے جواب سے مطلع فرمایا۔ امام حسن بصری نے فرمایا اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے کہو: اے عمیش! کیا تم نہیں جانتے کہ کسی بھائی کی حاجت روائی کیلئے تمہارا چل کر جانا (یعنی جدوجہد کرنا) تمہارے لیے یکے بعد دیگرے مسلسل حج کرنے سے بہتر ہے (اور تم اعتکاف کی بات کر رہے ہو؟)[40]۔

ہمارے معاشرے میں سفارش کا کلچر تو عام ہے لیکن اس کے محرکات رضائے الٰہی کے بجائے اقربا پروری، لسانیت، مسلکیت یا پھر ووٹوں کا حصول ہوتا ہے جس کے باعث شفافیت برقرار نہیں رہتی۔یوں یہ سفارش حسنہ کی بجائے سیئہ ہو جاتی ہے عام آدمی سفارش نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ لہذا سفارش کا کلچر قرآن وسنت کی بیان کردہ تعلیمات کے تابع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ذریعے عام آدمی کے مسائل ومشکلات کی رسائی حکام تک ممکن ہو سکے۔

۸. مشورہ وخیر خواہی

انسانی فلاح وبہبود کے لیے ضروری ہے کہ افراد معاشرہ میں باہمی خیر خواہی کا جذبہ موجود ہو۔ جس کے باعث کسی فرد کی زندگی کے تمام امورِ دنیا و دین میں بہتر رہنمائی ہوسکتی ہے اس حوالے سے دین اسلام اپنا تعارف سراپا خیر خواہی کراتا ہے۔ارشاد نبوی ہے:

الدِّينُ نَصِيحَةٌ[41] "دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔"

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ واذا استنصحک فانصح لہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے نصیحت، مشورہ یا خیر خواہی طلب کرے تو دوسرے مسلمان کے لیے حکم ہے کہ وہ اسے نصیحت کرے [42]۔ بعض اوقات بروقت اور درست مشورہ و کونسلنگ نہ ہونے کی وجہ سے افراد کو نقصان اٹھانا پڑتے ہیں۔ جدید دنیا میں مختلف معاملات و مسائل میں مشوروں کے لیے بڑے بڑے ادارے کام کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے اس عمل کا اجر و ثواب بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ[43]

"جس نے کسی اچھائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو عمل کرنے والے کا نصف ثواب ملے گا۔"

امام حسن بصری نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ کچھ خیر خواہ بندے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے بندوں کی خیر خواہی کرتے ہیں۔۔۔ وہی لوگ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں [44]۔ معاشرے میں افراد کی انفرادی واجتماعی سطح پر رہنمائی و کونسلنگ، ان کے مسائل و مشکلات کے حل کی تدابیر کرنا، نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا فرامین کی روشنی میں اور فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے عین مطلوب اعمال ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے محض خیر خواہی کے جذبے سے تعلیم و کاروبار روزگار اور نفسیاتی مسائل سے چھٹکارے کے لیے کونسلنگ سنٹرز کا قیام عمل میں لاجائے جن میں افراد کے مطلوبہ مسائل میں حل کے لیے مشورہ کے ذریعے مدد کی جائے۔

۹. مظلوم کی مدد کرنا

معاشرے میں افراد کی فلاح و بہبود اور سماجی تعاون کی ایک صورت ظلم کی روک تھام ہے۔ اسلام ہر قسم کے ظلم واستحصال کے خلاف ہے۔ وہ ایک طرف ظلم کے ارتکاب سے سختی سے منع کرتا ہے اور دوسری طرف ظالم کے خلاف آواز بلند کرنے اور مظلوم کو اس کی دست درازی و چیرہ دستی سے بچانے کی تلقین کرتا ہے اور مظلوم کی مدد و نصرت کا حکم دیتا ہے۔

i. حلف الفضول میں شرکت اور مظلومین کی امداد

یہ مظلومین کی امداد کا وہ معاہدہ تھا جس میں رسول اکرم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ عرب میں بدامنی مسافروں کے لٹنے اور غریبوں پر زبردستی کے ظلم کے تدراک کے لیے چند لوگ جمع ہوئے اور ایک معاہدہ کیا اور وہ تمام لوگ فضل کے نام کے تھے وہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہو [45]۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی جوانی کی عمر میں جب عرب میں پھر بدامنی کا دور دورہ ہوا تو زبیر بن عبدالمطلب (سلیمان منصور پوری کے قول کے مطابق آپ ﷺ کی تحریک پر) کی تحریک پر ابن جدعان کے گھر بنو ہاشم اور بنو تمیم جمع ہوئے اور اس معاہدے کی تجدید ہوئی [46]۔

آپ ﷺ نے اس معاہدے کو بعثت کے بعد بھی یاد رکھا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

مااحب ان لی به حمرالنعم ولو دعیت الیه فی الاسلام لاجبت [47]

حضرت براء بن عازب روایت فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سات امور کا حکم دیا اور سات امور سے منع فرمایا جن چیزوں کا حکم دیا وہ سات یہ ہیں ریض کی عیادت، جنازے کے ساتھ جانا، چھینک آنے پر دعا دینا، دعوت قبول کرنا، سلام کا جواب دینا اور مظلوم کی مدد کا حکم دیا۔[48]

صدقہ کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

(یعین ذا الحاجة الملهوف)" مظلوم حاجت مند کی مدد کرے"[49]

اس کے لئے حکومتی و غیر حکومتی سطح پر ایسے اداروں کا قیام ضروری ہے جو مظلوم افراد کو مفت مطلوبہ مدد فراہم کریں۔

۱۰. روزگار دلانا

افراد معاشرہ کے ساتھ تعاون و امداد کی ایک شکل بے روزگار افراد کو روزگار دلانے میں مدد کرنا ہے۔ معاشرے سے بے روزگاری کے خاتمے کے لیے دین اسلام شراکت و مضاربت جیسے نمونہ ہائے تجارت دیئے۔ ان دونوں طریق ہائے تجارت میں مصلحت افراد معاشرہ کو زیادہ سے زیادہ روزگار فراہم کرنا ہے۔ مضاربت میں ایک فرد کے پاس سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے پاس تجربہ۔ لہذا انہیں مل کر کاروبار کرنے کی تلقین کی گئی جس سے دونوں کو معاش حاصل ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے باقی رکھا[50]۔ شرکت میں بھی سماجی تعاون کو تقویت ملتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے کاروباروں یا کھیتی باڑی میں ضرورت مندوں کو شریک کیا کرتے تھے۔ زہرہ بن معبد بیان کرتے ہیں

اَنَّه كَانَ يَخْرُجُ بِه جَدُّهٗ عَبْدُ اللهِ بْنِ شَامٍ اِلٰى السُّوْقِ فَيَشتَرِى الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهمْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَکَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهم فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هىَ فَيَبْعَثُ بِها اِلٰى الْمَنْزِلِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِىْ فَاِذَا سَكَتَ فَهو وَ شَرِيْكُه بِالنِّصْفِ [51]

"وہ اپنے دادا کے ساتھ بازار جایا کرتا تھا۔ وہ غلہ خریدتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کرتے تھے اور کہتے تھے اس سودے میں ہمیں بھی شریک کر لو ۔ بعض اوقات ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر سامان نفع میں حاصل کر کے گھر میں بھیجتے تھے۔"

زراعت میں شرکت کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

"ہجرت کے بعد انصار نے نبی ﷺ سے درخواست فرمائی کہ ہمارے کھجور کے باغات کو آپ ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں ہوگا۔ اس پر انصار نے کہا کہ مہاجرین ان باغات کی دیکھ بھال اور آبپاشی کا نظم کریں جو فصل آئے وہ ہمارے اور ان کے درمیان تقسیم ہو جائے۔ اسے مہاجرین نے تسلیم کر لیا۔" [52]

ہمارے معاشرہ کا ایک بہت بڑا مسئلہ بیروزگاری ہے اگر ہمارے اندر باہمی تعاون کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے بیروزگار افراد کو اپنے روزگار میں شریک کرنا ہے یعنی تاجر صنعتکار اور باہم افراد اس جذبے کے ذریعے بیروزگار افراد کو اپنے روزگار میں شامل کر کے ان کی خدمات کے ذریعے اپنے کاروبار کو وسیع کر سکتے ہیں اور دوسری طرف بے روزگار افراد ان کے تجربے، سرمایہ اور ہنر سے سیکھ کر معاشرے کے مفید شہری بن سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ معاشرہ میں بسنے والے افراد کی صلاحیتیں، علم، فہم، جسمانی واعصابی قوت اور وسائل یکساں نہیں ہوتے۔ اس لیے اسلام نے کسی بھی صلاحیت اور نعمت خداوندی میں فوقیت رکھنے والے افراد پر چند معاشرتی ذمہ داریاں عائد کی ہیں جن کے ذریعے وہ معاشرہ کے مظلوم، کمزور، مفلوک الحال اور پسے ہوئے طبقات سے تعاون کر کے ان سے احساس محرومی ختم کر سکتے ہیں اور ان کو اعلیٰ مقام تک پہنچا سکتے ہیں۔ فوقیت رکھنے والے افراد کی فوقیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے۔

آج بھی اگر مسلم معاشروں میں باہمی معاشی تعاون کو فروغ دیگر باہمی وسائل وذرائع، سرمائے و تجربہ اور قوت وصلاحیت کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ عصر حاضر میں اس امر کی زیادہ ضرورت ہے کہ باہمی کثیر الجہتی تعاون کے ذریعے معاشرتی ضروریات کی تکمیل اور عام آدمی کی مشکلات کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱سورۃ المائدہ: ۵: ۲۔

۲قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد (۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن (بیروت: داراحیاء التراث العربی) ج ۷ ص ۴۶۶۔

۳المراغی، احمد مصطفی (۱۹۴۵ء)، تفسیر المراغی (بیروت: داراحیاء التراث العربی) ج ۶ ص ۴۶۔

۴بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، (دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۹ھ) کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، رقم الحدیث: ۶۰۱۱۔

۵القشیری، مسلم بن حجاج (۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح (دارالسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۲۹ھ) کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث: ۲۶۹۹۔

۶المرجع سابق، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ، رقم الحدیث: ۳۰۵۷۔

۷ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الشرکہ، باب الشرکہ فی الطعام والنھد والعروض، رقم الحدیث: ۳۲۵۴

8 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)، البدایہ والنھایہ (کراچی: نفیس اکیڈمی) ج ۳ ص ۲۸۲-۲۸۱۔

۹غفاری، ڈاکٹر نور محمد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ) ص ۱۷۰۔

۱۰سورۃ البقرہ، ۲: ۱۷۷۔

۱۱سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷: ۲۶

۱۲سورۃالحدید:۵۷:۱۱۔
۱۳الجامع الاحکام القرآن،ج۳/ص۲۲۸۔
۱۴حصکفی،علاؤالدین محمد بن علی(۱۰۸۸ھ)،الدرالمختار(کوئٹہ:مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ)ج۴ص۴۰۶۔
۱۵الوئس معلوف،المنجد(لاہور:مکتبہ قدوسیہ)ص:۹۳۷۔
۱۶ابن ماجہ،ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی(م۲۷۳ھ)،السنن،کتاب الصدقات،باب القرض الحدیث،(دارالسلام للنشر والتوزیع۱۴۲۹ھ)،رقم الحدیث:۲۴۳۱
۱۷سورۃالبقرہ:۲:۲۸۰۔
۱۸ ابن ماجہ،السنن،کتاب الصدقات،باب انظار المعسر،رقم الحدیث:۲۴۱۷۔
۱۹بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح،کتاب الھبۃوفضلھا،باب ھبۃالمقبوضۃ،رقم الحدیث:۲۶۰۶۔
۲۰احمد بن حنبل الشیبانی،المسند(بیروت:دارالصادر)ص۲۲۰ج۲،رقم الحدیث:۷۰۵۱۔
۲۱جلال الدین عمری،اسلام میں خدمت خلق کا تصور(کراچی:اسلامک ریسرچ اکیڈمی،۲۰۰۵ء)ص۱۰۲۔
۲۲ابن منظورافریقی،ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم(۷۱۱ھ)،لسان العرب(بیروت:دارصادر،۱۳۰۰ھ)ج۴ص۶۱۸۔
۲۳السرخسی،شمس الدین(۴۸۳ھ)،المبسوط(مصر:مطبعہ السعادۃ)ج۱۱ص۱۳۳۔
۲۴سورۃالماعون:آیت۵تا۷ ۔
۲۵ابن العربی،احکام القرآن:،تحقیق عبدالرزاق المھدی(بیروت:دارالکتاب العربی)ج۴ص۴۵۵۔
26 تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے۔قرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد(۶۷۱ھ)،الجامع لاحکام القرآن،ج۲۰ص۳۱۳،۳۱۵۔
۲۷مودودی،ابوالاعلی(۱۳۹۹ھ)،تفہیم القرآن،(لاہور:ادارہ ترجمان القرآن۲۰۰۲ء) ۔
۲۸الترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی(۲۷۹ھ)،السنن،باب فی خروج النساءفی العیدین(دارالسلام لنشر والتوزیع۱۴۲۹ھ)رقم الحدیث:۵۳۹۔
۲۹ ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث(۲۷۵ھ)،السنن،کتاب الزکوۃ،باب فی حقوق المال،(دارالسلام لنشر والتوزیع۱۴۲۹ھ)رقم الحدیث:۱۶۵۷۔
۳۰بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح،کتاب الاشربہ،باب شرب اللبن،رقم الحدیث:۵۶۰۸۔
۳۱ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث(۲۷۵ھ)،السنن،کتاب البیوع،باب تضمن العور،رقم الحدیث:۳۵۶۲۔
۳۲ ابن حنبل،احمد،مسند،(بیروت:دارصادر)ج۳ص۱۸۰۔
۳۳الجزری،عبدالرحمٰن،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ(پشاور:وحیدی کتب خانہ)ج۳ص۲۷۱۔
۳۴المرغینانی،برھان الدین علی بن ابوبکر(م۵۹۳ھ)،الہدایہ(کراچی:محمد علی کارخانہ کتب،۱۳۱۱ھ)ج۳ص۲۷۶۔
۳۵سورۃالنساء:آیت:۸۵۔
۳۶پیر محمد کرم شاہ(م۱۹۹۸ء)،ضیاءالقرآن(لاہور:ضیاءالقرآن پبلکیشنز۱۳۹۸ھ)ج۱ص۳۷۳۔
۳۷بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(۲۵۶ھ)،الجامع الصحیح،کتاب الزکوۃ،باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃفیھا،ج۲ص۱۱۳۔

۳۸ ابن حبان، محمد، الصحیح (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ) ج ۲ ص ۲۸۷، رقم الحدیث: ۵۳۰۔

۳۹ الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (م ۳۲۰ھ)، المعجم الاوسط (بیروت: موسسہ الرسالہ، ۱۹۸۳ء) ج ۷ ص ۲۳۱، رقم الحدیث: ۸۳۶۶۔

۴۰ ابن رجب، ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد الحنبلی (م ۷۹۵ھ)، جامع العلوم والحکم (بیروت: دارالمعرفہ ۱۴۰۸ھ) ج ۱ ص ۳۴۱۔

۴۱ القشیری، مسلم بن حجاج (۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، رقم الحدیث: ۵۵۔

۴۲ القشیری، مسلم بن حجاج (۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، رقم الحدیث: ۲۱۶۲۔

۴۳ القشیری، مسلم بن حجاج (۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الامارہ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: ۱۸۹۳۔

۴۴ فیروزآبادی، ابوطاہر محمد بن یعقوب بن محمد (م ۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز (قاہرہ: مجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ) ج ۵ ص ۶۷،۶۸۔

۴۵ القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، سیرت الرسول (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۹ء) ج ۳ ص ۶۷۔

۴۶ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد (م ۲۳۰ھ)، الطبقات الکبری (بیروت: دارالفکر ۱۹۸۵ء) ج ۱ ص ۱۲۸۔

۴۷ ایضا۔

48 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح،، کتاب الادب، باب تشمیت العاطس اذا حمد اللہ، رقم الحدیث: ۶۲۲۲۔

49 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب علی کل مسلم صدقۃ، الرقم الحدیث: ۱۳۷۶۔

۵۰ ہدایہ، ج ۳ ص ۲۵۵۔

51 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح،، کتاب الشرکہ، باب الشرکہ فی الطعام وغیرہ، رقم الحدیث: ۲۵۰۲۔

52 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب المزارعۃ، باب اذا قال اکفنی مؤونۃ النخل او غیرہ رقم الحدیث: ۳۳۳۵ ۔